مکالمہ کے اصول وضوابط، قرآنی آیات مکالمات کی روشنی میں مطالعہ

Principles and Rules of Dialogue
A Study in the Light of Quranic Verses of Dialogues

Muhammad Tariq
PhD Scholar, Islamic Department, Hitec Uni Taxila
Email: muhammadtariq463@gmail.com
Dr Zeeshan
Supervisor Lecturer, Dept of Islamic Studies, Hitec Taxila
Email: dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

Abstract
A dialogue is a discussion between two participants about a conflict or issue to resolve it. Dialogues have unique principles and rules to approach topic discussions and issues. As the Quran describes dialogue and reasoning in the best possible way are important methods of communicating, upholding the truth and avoiding falsehood. There are verities forms of dialogues with a pattern of principles and rules. Dialogues mentioned in the Quran appreciate, explore, guide, gear and provide us with a way and pattern of how dialogues have their rules and basic usage. In the light of Quranic dialogues, we can resolve all our contemporary issues in the best way by applying rules and regulations. The ultimate aim of doing this is to arrive at the truth. Within the framework of Islamic Da'wah, dialogue is a way of correcting, determining, constructing and self-evaluation implications, particularly in Islamic or theoretical issues as a conclusion. Essential principles of dialogue must be learned, must be a two-sided project, honesty, sincerity and so on. As conclusion, dialogues without principal rules and limitations bring no fruit.
Keywords: Quran, dialogues, talk, sunnah, principles, rule, regulation, Ayyat, objective

1۔ مکالمہ کا لغوی مفہوم

لفظ مکالمہ کا مادہ (ک ل م) مصدر ہے اور یہ ثلاثی مجرد کے باب کے وزن پر آتا ہے کلام اس کا مشتق ہے جس کا مطلب لفظ، بات، جملہ، قصیدہ یا خطبہ ہے اور کلام کے معنی بات کے ہیں کلام کا لغوی معنی ہے "بات چیت" یا "گفتگو"۔ یہ اردو زبان کا لفظ ہے جو مختلف معانیوں میں استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ بولی ہوئی بات، لفظی اظہار اس کے علاوہ یہ لفظ عربی زبان میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ الفاظ، بیانات، واقعات، اور مفہومات۔

اس سے ثلاثی مزید کالمہ، یکالمہ اور مکالمۃ الفاظ بنتے ہیں، جس سے مراد گفتگو کرنا ہے تاہم اس کا سب سے اہم مترادف جو قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے وہ "حوار" ہے۔ عربی، اردو اور انگریزی میں مکالمہ کے درج ذیل مفہوم بیان ہوئے ہیں۔

لسان العرب میں س سہ حرفی لفظ کلام کا مفہوم اس طرح بیان ہوا ہے:

كلم: القرآنُ: كلامُ الله وكَلِمُ الله وكَلِماتُه وكِلِمته، وكلام(1)

لفظ: قرآن: خدا کا کلام، خدا کا کلام، اس کے الفاظ، اس کا کلام، اور اس کے الفاظ

مختار الصحاح کے مطابق:

الْكَلَامُ: اسْمُ جِنْسٍ يَقَعُ عَلَى الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ. وَ (الْكَلِمُ) لَا يَكُونُ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِ كَلِمَاتٍ لِأَنَّهُ جَمْعُ (كَلِمَةٍ) مِثْلُ نَبِقَةٍ وَنَبِقٍ. وَفِيهَا ثَلَاثُ لُغَاتٍ: كَلِمَةٌ وَكِلْمَةٌ وَكَلْمَةٌ. وَ (الْكَلِمَةُ) أَيْضًا الْقَصِيدَةُ بِطُولِهَا. وَ (الْكَلِيمُ) الَّذِي يُكَلِّمُكَ. وَ (كَلَّمَهُ) (تَكْلِيمًا) وَ (كِلَّامًا) مِثْلُ كَذَّبَهُ تَكْذِيبًا وَكِذَّابًا (2)

کلام: ایک عام اسم ہے جو تھوڑا اور بہت سے مراد ہے۔ اور (لفظ) تین الفاظ سے کم نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ (لفظ) کی جمع ہے جیسے نباق اور نباق۔ اس کی تین زبانیں ہیں: ایک لفظ، ایک لفظ اور ایک لفظ۔ اور (لفظ) بھی نظم کی طوالت ہے۔ اور (لفظ) وہ ہے جو آپ سے بات کرتا ہے۔ اور (وہ بولا) (تقریر) اور (تقریر) ایسا ہے جیسے اس نے جھوٹ بولا، جھٹلایا اور جھوٹ بولا

قاموس القرآن میں ظلم کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں:

بات چیت، بحث و مباحثہ، باہمی ربط (3)

لغات القرآن میں کلام کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں:

قیل و قال، بحث و تمحیص، سوال و جواب، رد و قدح (4)

مکالمہ کا اصطلاحی مفہوم

جیسا کہ لفظ کلام اصطلاحی نقطہ نظر سے مختلف مقامات میں مختلف شکلوں اور مقامات میں استعمال ہوا ملتا ہے، جس سے ظلم کے مفہوم کی وسعت اور اس کے اطلاق کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس ضمن میں لغویین، اور اہل علم کے ہاں مختلف نکتہ نظر اور آرا پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ:

الکامل فی اللغہ میں کلام کا مفہوم یوں مذکور ہے:

التحدث والتفاعل وقول الكلمات وتوضيح الكلام(5)

بات کرنا، باہمی انداز اپنانا، کلمات کہنا، بول کو واضح کرنا

قرآن مجید میں مکالمہ کے مترادف "محاورہ" اور "حوار" یعنی باہمی بات چیت، بحث ومباحثہ اور کلام کا لفظ استعمال کیا ہوا ملتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الکہف میں مذکور ہے:

"الغرض اس کے پاس میوے تھے، ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار اور اسباب کے اعتبار سے بھی زیادہ قوی ہوں"(6)

"اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس (معبود) سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا"(7)

ایک اور جگہ سورۃ مجادلہ میں یوں تذکرہ ملتا ہے:

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال وجواب سن رہا تھا، بیشک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے"(8)

احادیث میں حوار کا لفظ لوٹنے، پلٹنے اور منزل کی طرف ہونے کو آئے ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

"اور جس نے کسی آدمی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو وہ کلمہ اسی (کہنے والے) کی طرف لوٹے گا"(9)

مکالمہ کے اصول، ضوابط و آداب

انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مکالمہ جات کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ مسائل اور اختلافات کے حل کے لیے یہی واحد منصفانہ انداز اور طریقہ ہے اس کی بنیاد قرآن مجید کی تین آیات اور کچھ احادیث ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

فریقین کے مابین مکالمہ جات کی تحدید کچھ قواعد اور آداب سے کی جاتی ہے جو کتاب اللہ سے اخذ کیے گئے ہیں اور مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ باہمی ادب واحترام کا ماحول قائم رکھنا

۲۔ اظہار حق کا اصل مقصد ہونا

۳۔ تناقضات سے اجتناب

۴۔ جارحانہ، غرور وتعصب پر مبنی رویے اختیار نہ کرنا

۵۔ دلائل، سچائی وصداقت پر مبنی گفتگو کا ہونا

۶۔ دعوی پر دلالت کا ہونا

۷۔ مکالمہ جات کی بنیاد علم پر ہونا

۱۔ باہمی ادب واحترام کا ماحول قائم رکھنا

فریقین کے درمیان باہمی ادب واحترام مکالمہ کی اساس ہے، اس کے بغیر فریقین کے مابین برداشت اور ایک دوسرے کو سننے کی استعداد نہیں رہتی، جو صرف اسی طریقے سے ممکن ہے، اسی احسن انداز کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

(وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا)(10)

ترجمہ: اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا

ایک اور جگہ یوں تذکرہ ملتا ہے:

(ادْعُ إِلِى سَبِيْلِ رَبِّکَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِىْ هِىَ أَحْسَنِ)(11)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیں اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کریں۔

سب سے واضح مثال اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ؑ کو حکم دیا تھا کہ تم دونوں فرعون کے ساتھ مکالمہ کے دوران اپنا رویہ نرم رکھنا، ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری بات سن کر ہدایت کی راہ قبول کرلے حالانکہ قرائن اور شواہد اس امر کے خلاف ہی دلالت کر رہے تھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(فَقُولَا لَهُ قَوْلاً لَّيِّناً لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى)(12)

ترجمہ: اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے

پس عبرت حاصل کرنے سے مراد برائیوں سے اور خوف کی چیز سے ہٹ جانا اور ڈر سے مراد اطاعت کی طرف مائل ہو جانا اس میں شامل ہے۔

۲۔ اظہار حق وصداقت کا مظہر ہونا

مکالمات کا ماحصل اظہار حق اور اس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور مکالمہ جات کے پس منظر میں اظہار حق کو اہداف اساسی کے طور پر بیان کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

(وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ آمِنُواْ بِمَا أَنزَلَ اللّهُ قَالُواْ نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرونَ بِمَا وَرَاء هُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاء اللّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ)(13)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لاؤ تو کہہ دیتے ہیں کہ جو ہم پر اتاری گئی اس پر ہمارا ایمان ہے۔ حالانکہ اس کے بعد والی کے ساتھ جو ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے کفر کرتے ہیں اچھا ان سے یہ تو دریافت کریں کہ اگر تمہارا ایمان پہلی کتابوں پر ہے تو پھر تم نے اگلے انبیاء کو کیوں قتل کیا؟ چونکہ ان کا دعوی ایمان محض حسد اور عناد پر ہے جو کہ اظہار حق کے مخالف امور ہیں-ایک اور جگہ یوں ذکر ملتا ہے:

(يَا أَہْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ) (14)

ترجمہ: اے اہل کتاب باوجود جاننے کے حق و باطل کو کیوں خلط ملط کر رہے ہو اور کیوں حق کو چھپا رہے ہو یہ آیت مدینہ میں اہل کتاب اور دیگر قبائل یہود کے ساتھ معاملات کے موقع پر نازل ہوئی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ اوصاف اور خصائص کو چھپاتے تھے اور حق کو چھپانا اس کے اظہار کا مخالف امر ہے جو کسی بھی صورت مستحسن اور قابل تعریف نہیں ہے۔ یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ان یہودیوں کے حسد کو دیکھو کہ مسلمانوں کیسے جل بھن رہے ہیں۔ انہیں بہکانے کی کیا کیا پوشیدہ ترکیبیں کر رہے ہیں کیسے کیسے مکر و فریب کے جال بچھاتے ہیں، حالانکہ دراصل ان تمام چیزوں کا وبال خود ان کی جانوں پر ہے لیکن انہیں اس کا بھی شعور نہیں۔ پھر انہیں ان کی یہ ذلیل حرکت یاد دلائی جا رہی ہے کہ تم سچائی جانتے ہوئے بھی حق کو پہچانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی آیات سے یہ منکر ہو رہے ہو۔ علم کے باوجود یہ بدخصلت بھی ان میں ہے۔ کہ حق و باطل کو ملا دیتے ہیں، اور ان کی کتابوں میں جو صفتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں ان کو چھپا لیتے ہیں۔ غرض یہ ایک حیلہ جوئی تھی کہ شاید اس سے کوئی کمزور ایمان والا لوٹ جائے۔ ان کی مزید کیفیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

(أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرُ مَن مَّعِيَ وَذِكْرُ مَن قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُم مُّعْرِضُونَ) (15)

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اللہ تعالی کے سوا کوئی اور معبود بنا رکھے ہیں ان سے کہہ دو لاؤ اپنی دلیل پیش کرو یہ ہے میرے ساتھ والوں کی کتاب اور مجھ سے اگلوں کی دلیل بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اسی وجہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ یعنی حق سے منہ موڑنا بھی معیوب رویہ ہے جو حق کی مخالفت کے زمرے میں آتا ہے اور اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جہالت اور علم کی عدم موجودگی ہی زمین میں شر و فساد کا سبب بنتی ہے جو کہ مکالمہ جات کے مقاصد کے حصول میں حائل ہو سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کے سوا جن جن کو معبود بنا رکھا ہے، ان کی عبادت پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ہم جس اللہ کی عبادت کر رہے ہیں، اس میں سچے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں اعلیٰ تر دلیل کلام اللہ موجود ہے۔

اور اس سے پہلے کی تمام الہامی کتابیں اسی کی دلیل میں با آواز بلند شہادت دیتی ہیں جو توحید کی موافقت میں اور کافروں کی خودپرستی کے خلاف میں ہیں۔ جو کتاب جس پیغمبر علیہ السلام پر اتری، اس میں یہ بیان موجود رہا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں لیکن اکثر مشرک حق سے غافل ہیں اور اللہ کی باتوں سے منکر ہیں۔ تمام رسولوں کو توحید الٰہی کی ہی تلقین ہوتی رہی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

(وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ) (16)

ترجمہ: تجھ سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں، تو خود پوچھ لے کہ ہم نے ان کے لیے اپنے سوا اور کوئی معبود مقرر کیا تھا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہوں؟

ایک اور آیت میں یوں ذکر ملتا ہے:

(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ) (17)

ترجمہ: ہم نے ہر امت میں اپنا پیغمبر بھیجا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ تم سب ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو

پس انبیاء کی شہادت بھی یہی ہے اور خود فطرت اللہ بھی اسی کی شاہد ہے۔ اور مشرکین کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کی ساری حجتیں بے کار ہیں اور ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

۳۔ تناقضات سے اجتناب:

ایسی گفتگو جس میں تضاد داخلی یا خارجی موجود ہو وہ بات اپنا اثر کھو دیتی ہے اور شرعی، اخلاقی بنیادوں پر بھی تضاد بیانی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کی تضاد بیانیوں کو بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے سختی سے روکا جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ہے

(أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْض) (18)

ترجمہ: اور کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو

اوس اور خزرج انصار مدینہ کے دو قبیلے تھے اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں کی آپس میں کبھی بنتی نہ تھی ہمیشہ آپس میں جنگ و جدال رہتا تھا۔ مدینے کے یہودیوں کے بھی تین قبیلے تھے بنی قینقاع بنو نضیر اور بنو قریظہ، بنو قینقاع اور بنی نضیر تو خزرج کے طرف دار اور ان کے بھائی بند بنے ہوئے تھے، بنی قریظہ کا بھائی چارہ اوس کے ساتھ تھا۔ جب اوس و خزرج میں جنگ ٹھن جاتی تو یہودیوں کے یہ تینوں گروہ بھی اپنے اپنے حلیف کا ساتھ دیتے اور ان سے مل کر ان کے دشمن سے لڑتے، دونوں طرف کے یہودی یہودیوں کے ہاتھ مارے بھی جاتے اور موقعہ پا کر

ایک دوسرے کے گھروں کو بھی اجاڑ ڈالتے، دیس نکالا بھی دے دیا کرتے تھے اور مال و دولت پر بھی قبضہ کر لیا کرتے تھے۔ جب لڑائی موقوف ہوتی تو مغلوب فریق کے قیدیوں کا فدیہ دے کر چھڑا لیتے اور کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہم میں سے جب کوئی قید ہو جائے تو ہم فدیہ دے کر چھڑا لیں اس پر جناب باری تعالیٰ انہیں فرماتا ہے کہ اس کی کیا وجہ کہ میرے اس ایک حکم کو تو تم نے مان لیا لیکن میں نے کہا تھا کہ آپس میں کسی کو قتل نہ کرو گھروں سے نہ نکالو اسے کیوں نہیں مانتے؟ کسی حکم پر ایمان لانا اور کسی کے ساتھ کفر کرنا یہ کہاں کی ایمانداری ہے؟ آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اپنے خون نہ بہاؤ اور اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نہ نکالو یہ اس لیے کہ ہم مذہب سارے کے سارے ایک جان کے مانند ہیں حدیث میں بھی ہے کہ تمام ایماندار دوستی، اخوت، صلہ رحمی اور رحم و کرم میں ایک جسم کے مثل ہیں کسی ایک عضو کے درد سے تمام جسم بیتاب ہو جاتا ہے بخار چڑھ جاتا ہے راتوں کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے

عبد خیر رحمہ اللہ کہتے ہیں ہم سلمان بن ربیعہ رحمہ اللہ کی ماتحتی میں "بلنجر" میں جہاد کر رہے تھے محاصرہ کے بعد ہم نے اس شہر کو فتح کیا جس میں بہت سے قیدی بھی ملے۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما نے ان میں سے ایک یہودیہ لونڈی کو سات سو میں خریدا۔ راس الجالوت کے پاس جب ہم پہنچے تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما اس کے پاس گئے اور فرمایا یہ لونڈی تیری ہم مذہب ہے میں نے اسے سات سو میں خریدا ہے اب تم اسے مجھ سے خرید لو اور آزاد کر دو اس نے کہا بہت اچھا میں چودہ سو دیتا ہوں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو چار ہزار سے کم نہیں بیچوں گا اس نے کہا پھر میں نہیں خرید تا آپ رضی اللہ عنہ نے کہا سن یا تو تو اسے خرید ورنہ تیرا دین جاتا رہے گا تورات میں لکھا ہوا ہے کہ بنو اسرائیل کا کوئی بھی شخص گرفتار ہو جائے تو اسے خرید کر آزاد کیا کرو۔ اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو فدیہ دے کر چھڑا لیا کرو اور انہیں ان کے گھر سے بے گھر بھی نہ کیا کرو اب یا تو تورات کو مان کر اسے خرید یا تورات کا منکر ہونے کا اقرار کر! وہ سمجھ گیا اور کہنے لگا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم شاید عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں چنانچہ وہ چار ہزار لے آیا آپ رضی اللہ عنہ نے دو ہزار لے لیے اور دو ہزار لوٹا دیئے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ راس الجالوت کوفہ میں تھا یہ ان لونڈیوں کا فدیہ نہیں دیتا تھا جو عرب سے نہ بچی ہوں اس پر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے تورات کی یہ آیت سنائی غرض آیت میں یہودیوں کی مذمت ہے کہ وہ احکام الٰہیہ کو جانتے ہوئے پھر بھی پس پشت ڈال دیا کرتے تھے امانت داری اور ایمانداری ان سے اٹھ چکی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی

تصدیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش جائے ہجرت وغیر سب چیزیں ان کی کتاب میں موجود تھیں لیکن یہ ان سب کو چھپائے ہوئے تھے اور اتنا ہی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے جس کے باعث ان پر دنیوی رسوائی آئی اور کم نہ ہونے والے اور دائمی آخرت کا عذاب بھی۔

یعنی اہل کتاب جو بات ان کی مرضی کے مطابق ہوتی اسے تسلیم کر لیتے اور جو حکم ان کی خواہش کے خلاف ہوتا اسے رد کر دیتے اور ایسے متضاد رویے اختیار کرنے کی سزا اللہ تعالی نے انہیں سخت اخروی عذاب کی صورت میں سنائی اور بالخصوص ایسی گفتگو کا تعلق فریقین کے مابین مکالمہ جات کی صورت میں ہو جس پر امن وامان کا انحصار ہو۔ ایک اور جگہ یوں ارشاد ملتا ہے:

(وَمَا قَدَرُواْ اللّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُواْ مَا أَنزَلَ اللّهُ عَلَى بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِيْ جَاء بِهِ مُوسَى نُوراً وَہُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيْسَ تُبْدُونَہَا وَتُخْفُونَ كَثِيْراً) (19)

ترجمہ: اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر کرنا واجب تھی ویسی قدر نہ کی جب کہ یوں کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کیا آپ یہ کہہ دیں کہ وہ کتاب کس نے نازل کی جس کو موسی لے کر آئے تھے جس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لیے ہدایت ہے جس کو تم نے ان متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو تم ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے یہود کی تضاد بیانیوں کو مروءات اخلاق میں شمار کیا اور اس کے علاوہ یہود کا توریت پر عمل نہ کرنے کی کیفیت کو اللہ تعالی کی بے قدری اور توہین قرار دیا اور اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کے احکام میں سے کچھ احکام کا تذکرہ نہیں کرتے بلکہ صرف چند کا ذکر کرتے ہیں اور یہ لوگ زیادہ تر اسی رویے کے حامل وعامل ہیں۔ اگر عمومی گفتگو میں تضاد بیانی کو عیب گردانا گیا ہے تو ایسی گفت وشنید جس پر بنی نوع انسان کے لیے امن وامان اور سلامتی کا انحصار ہو اس میں تضاد بیان کا جواز کس طرح ہو سکتا ہے وہاں تو اس امر کا کہیں زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ کسی فریق کی طرف سے کوئی ایسا قرینہ یا رویہ ظاہر نہ ہو جس سے مکالمہ جات کا عمل سبوتاژ ہو اس میں سر فہرست کسی بھی فریق کی تضاد بیانی ہے اور اس کا ایک مظہر قول وفعل کا تضاد بھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ)(20)

ترجمہ: تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالی کو سخت ناپسند ہے۔ یعنی فعل قول کے مطابق ہونا چاہیے وگرنہ یہ تضاد میں شمار کیا جائے گا بلکہ احادیث میں تو اس کی سخت تھدید موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں اس کو کتنا ناپسند کیا گیا ہے۔

۴۔غرور و تکبر پر مبنی رویے اختیار نہ کرنا

چونکہ مکالمہ جات بنی نوع انسان کے مسائل کے حل کے لیے وضع کیے گئے ہیں اور اس میں جہاں فریقین کے مابین احترام کی فضا کا ہونا لازم ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی بھی فریق جارحیت پر مبنی رویہ اختیار نہ کرے کیوں کہ جارحانہ رویہ انسان کو غرور و تکبر کی طرف لے جاتا ہے اور غرور و تکبر انسان میں مخالف فریق کی سننے والی صلاحیت کو غصب کر لیتا ہے وہ صرف کہنے کا عادی ہو جاتا ہے۔

اور حق تو یہ ہے کہ بڑائی صرف خالق اکبر کو زیب دیتی ہے مخلوق کے حق میں بڑائی کا رویہ عیب ہے جس کے بارے اور قرآن مجید نے یہود کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا:

(افَكُلَّمَا جَاء كُمْ رَسُولٌ بِمَا لاَ تَهْوَى أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقاً كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقاً تَقْتُلُون) (21)

ترجمہ: لیکن جب کبھی تمہارے پاس رسول وہ چیز لے کر آیا جو تمہاری طبیعتوں کے خلاف تھی تم نے جھٹ سے تکبر کیا پس بعض کو تو جھٹلا دیا اور بعض کو قتل کر ڈالا

مکالمہ جات میں کوئی بھی فریق تکبر پر مبنی رویے کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کی وجہ سے برابری کا تصور ختم ہو جاتا ہے جس کے بعد مکالمہ جات کا اصل ھدف یعنی مسائل کا حل ناممکن ہو جاتا ہے کہ پھر جابر اور متکبر فریق ہی اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا ہے جس سے مذکرات کا عمل بھی تعطل کا شکار ہو جاتا ہے

۵۔سچائی و صداقت پر مبنی گفتگو ہو

قرآن مجید نے صراحتاً اس کی مذمت بیان کی ہے

(فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِن بَعْدِ مَا جَاء كَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَاء نَا وَأَبْنَاء كُمْ وَنِسَاء نَا وَنِسَاء كُمْ وَأَنفُسَنَا وأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَةَ اللّهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن) (22)

ترجمہ: یہ علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے محمد ﷺ! اس سے کہو کہ: آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اسے آیت مباہلہ کہتے ہیں اس آیت میں نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عیسی علیہ السلام کے بارے میں آپ ﷺ سے مناظرہ کیا وہ عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالی کا بیٹا قرار دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلائل کے ذریعے ثابت کیا کہ عیسی علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ جب ان کا باطل نظریہ پر اصرار حد سے بڑھنے لگا تو اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ مباہلہ کا حکم دیا حقائق کے مطابق گفتگو کا ہونا یہ عدل و انصاف کے عین تقاضوں

کے مطابق ہے۔اور اسلام نے حق بات کہنے کا حکم دیا خواہ اس کی زد میں قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ آئے۔اور سچ کہنے کا حکم دیا خواہ وہ کتنا ہی تلخ یا کڑوا کیوں نہ ہو۔اور مکالمہ جات کے دوران جھوٹ بولنے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جب وہ جھوٹ سامنے آتا ہے تو پھر اسے چھپانے کے لیے مزید جھوٹ بولنا پڑتا ہے جس سے گفت وشنید کی تاثیر ونتائج ختم ہو جاتے ہیں اور اس شخص پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

۶۔دعوی پر دلیل کا طلب کیا جانا چاہیے

مکالمہ جات کے دوران کوئی بھی فریق کسی مقام پر جو دعوی پیش کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ اس کی دلیل بیان کرے۔اسلام نے ایسی ہر بات کی مذمت کی ہے جو بغیر دلیل کے پیش کی گئی ہو۔قرآن مجید نے مختلف مقامات پر اس کی نفی کی ہے جیسا کہ درج ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے:

(وَقَالُواْ لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَن كَانَ هُوداً أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُواْ بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِيْن) (23)

ترجمہ: یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود ونصاری کے سوا کوئی نہیں جائے گا یہ صرف ان کی آرزوئیں ہیں ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل تو پیش کرو

اہل کتاب کے سے دلیل طلب کی گئی ہے اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو دلیل پیش کرو دنیا کے تمام مذاہب کی قانونی دفعات میں صراحتا یہ بات درج ہے کہ دعوی بغیر دلیل کے ناقابل اعتبار ہے اور شریعت اسلامیہ نے نہ صرف قانونی اعتبار سے بلکہ مجموئی طور پر اس کو لازم کر دیا ہے۔طلب دلیل اس فساد کی راہ روکنے کے لیے ہے جس میں ہر فریق اپنی من پسند تشریحات پیش کرتا ہے مکالمہ جات میں دلیل کی قید کا بڑا افائدہ یہ ہے کہ یہ گفتگو مزید کسی مسئلہ کو جنم نہیں دیتی۔

ارشاد ربانی ہے:

(يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِيْ إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّورَاةُ وَالإنجِيْلُ إِلاَّ مِن بَعْدِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ هَاأَنتُمْ هَؤُلاء حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُم بِهِ عِلمٌ فَلِمَ تُحَآجُّونَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ مَا كَانَ إِبْرَاهِيْمُ يَهُودِياً وَلاَ نَصْرَانِياً وَلَكِن كَانَ حَنِيْفاً مُّسْلِماً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْن) (24)

ترجمہ: اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ تورات اور انجیل تو ابراہیم کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔تم لوگ جن چیزوں کا علم رکھتے ہو ان میں تو خوب بحثیں کر چکے ،اب ان معاملات میں کیوں بحث کرنے چلے ہو جن کا تمہارے پاس کچھ بھی علم نہیں۔اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۔ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی ،بلکہ وہ تو ایک مسلم یکسو تھا اور وہ ہر گز مشرکوں میں سے نہ تھا۔

اس آیت میں اہل کتاب کے اس دعوی بغیر دلیل کی نفی کی جارہی ہے کہ ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے یا نصرانی تھے قرآن مجید نے ان سے مکالمہ کرتے ہوئے ان کا رد کیا اور کہا کہ جس بات کا تمہیں علم نہیں اس پر جھگڑا کیوں کرتے ہو۔یعنی گفتگو علم کی بنیاد پر ہو گی جیسا کہ اگلے موضوع میں بیان کیا جائے گا اور یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کا تعلق ان نسبتوں سے کیسے ہو سکتا ہے جو ان کے بعد وجود میں آئی اور یہ کہ یہودیت یا نصرانیت کی نسبتوں کے یہودی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے میں سے اور نصرانی بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے میں سے کہتے تھے اور آپس میں اس پر بحث مباحثے کرتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں دونوں کے دعوے کی تردید کرتا ہے،

دراصل اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے وہ شرک سے بیزار مشرکوں سے الگ صحیح اور کامل ایمان کے مالک تھے اور ہرگز مشرک نہ تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ) (25)

ترجمہ: یہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔ تم کہو بلکہ صحیح راہ پر ملت ابراہیمی والے ہیں، اور ابراہیم خالص اللہ کے پرستار تھے اور مشرک نہ تھے

(إِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُونَ فِيْ آيَاتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِن فِيْ صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيْهِ) (26)

ترجمہ: جو لوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کے آیات الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کے اور کچھ نہیں وہ اس تک پہنچنے والے ہی نہیں

اس آیت میں وضاحت کی گئی ہے کہ بغیر سند اور دلیل کے بات کرنے میں انہیں ان کے دلوں میں خود ساختہ بڑائی اور تکبر سبب بنتا ہے جس کی قباحت بیان کی جا چکی ہے۔

۷۔ مکالمہ جات کی بنیاد علم پر ہو

مکالمہ جات میں سب سے اہم قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ اس کی اساس جہالت پر نہ ہو گی یعنی نہ تو کسی ایسے موضوع پر گفت و شنید ہو گی جس کے بارے میں مکمل علم نہ ہو اور نہ ہی مکالمہ جات کے دوران کوئی ایسی بات کی جائے گی جس کے بارے میں علم نہ ہو۔ اسلام نے بغیر علم کے بات کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔

(وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِيْ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيْد) (27)

ترجمہ: بعض لوگ اللہ تعالی کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو شیطان کا پیروکار کہا ہے جو بغیر علم کے بات کرتے ہیں بلکہ انہیں کذاب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ دو گناہ ایسے ہیں جو انسان کو تباہی کے گھاٹ اتارتے ہیں ایک جھوٹ اور دوسرا

جہالت۔ جہالت کا خمیازہ انسان کو اس زندگی میں اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی بھگتنا پڑے گا کیونکہ یہ جہالت ہی ہے جو اسے ہر خیر سے محروم رکھتی ہے۔ جہالت کی وجہ سے انسان کے اندر حسد وعناد اور تکبر جیسے منفی اور مہلک جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس حوالے سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہالت کا وجود عام زندگی میں اگر ضرر رساں ہے تو ایسے مقام پر تو اس کا ضرر دوچند ہو جاتا ہے جہاں معاشرے میں امن وامان اور سلامتی کے بارے میں ایک سے زائد فریق مکالمہ جات میں مشغول ہوں اور ایک مقام پر ایسے رویہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالی اور مؤمنین اسے سخت ناپسند کرتے ہیں جو علم پر مبنی نہ ہو یا جس کا مظہر جہالت اور اس کے متعلقات ہوں

(الَّذِيْنَ يُجَادِلُونَ فِيْ آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ وَعِندَ الَّذِيْنَ آمَنُوا) (28)

ترجمہ: جو لوگ کسی سند وحجت کے بغیر جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ کی آیات میں جھگڑے کر رہے ہیں ان کے دلوں میں کبر بھرا ہوا ہے، مگر وہ اس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں۔ بس اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے

خلاصہ کلام:

مکالمہ کے اصول وضوابطہ کی عمیق کھوج کے بعد یہ عیاں ہوتا ہے کہ مکالمہ بنیادی طور پر کسی موضوع پر دو افراد کے درمیان اساسی نکات کے دلائل وہ مجموع کلام ہے جس کا حاصل اصل مدعا تک رسائی ہے جو مطلوب موضوع ہوتا ہے۔ جو بغیر اس کے اساسی ضوابط کی پاسداری کیے حاصل نہیں ہو سکتا۔ مکالمہ بنیادی شرائط کے ساتھ وہ عمل ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ افراد آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے لوگ اپنے خیالات، تجربات، خواہشات، علم، اور مختلف موضوعات پر بات کرتے ہیں۔ مکالمہ ایک اہم ذریعہ ہے جس کے ذریعے لوگ اپنی رائے اور تجربات کو اظہار کرتے ہیں اور دوسروں سے بات چیت کر کے اپنے دانائی اور سوچ کو بڑھاتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے افکار واحساسات کو نہ صرف سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ اس سے مسائل کا حل بھی تصفیہ انداز میں ممکن بن جاتا ہے۔ یہ مکالمات میں اصول وضوابط ہی کی عکاسی ہوتی ہے کہ فریقین دینی اثرات کے تحت حق کا بیان، حق کا دفاع، حق کے حوالے سے شبہات اور اشکالات کا ازالہ اور صحیح عقائد کی نشر و اشاعت کے ساتھ، علمی اثرات کے تحت جو موضوعات زیر بحث ہوتے ہیں ان کے تمام ممکنہ پہلو روشن اور واضح ہو جاتے ہیں علاوہ ازیں اجتماعی اثرات کے تحت فریقین کے مابین موجود غلط فہمیاں جو امن وسلامتی کے مخالفوں نے پیدا کی ہوتی ہیں ان کو زائل کیا جاتا ہے اور مختلف مذاہب کے افراد کے درمیان بغض وحسد کے منفی جذبات کا سد باب کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اخلاقی اثرات کے تحت فریقین کے مابین باہمی نظریات کے لئے ادب واحترام

کے جذبات بیدار ہوتے ہیں۔سیاسی اثرات کے تحت کسی ایک فریق کے دوسرے فریق پر کیا اثرات مرتب ہوسکتے ہیں اس کا جائزہ لیا جاتا ہے کیوں کہ مکالمہ جات کے نتیجے میں یہ بالکل فطری امر ہے کہ فریقین ایک دوسرے سے متاثر ہوں قرآن مجید کے مکالمات سے اس کے واضح دلائل اور اثبات ملتے ہیں۔

مصادر ومراجع

1-لسان العرب،ابن منظور،دار صادر،بیروت،لبنان،ج٦،ص ٢٥٦

2-مختار الصحاح، محمد بن ابی بکر،دار لکتب والسنہ ،ریاض،سعودی عرب،ص ٧٠

3- قاموس القرآن، قاضی زید العابدین سجاد میرٹھی،دالاشاعت،کراچی ٢٠١١،ص ٣

4-لغات القرآن،مولانا محمد عبدالرشید نعمانی،دالاشاعت،کراچی ٢٠٠٧،ج٤،ص ١٣

5-لکامل فی اللغہ،المبرد،دار احل الکوثر،کویت،ج٣،ص ٧٧٠

6۔سورۃالکہف18-34-

7۔سورۃالکہف18-37-

8۔سورۃالمجادلہ58-1-

9۔محمد بن مسلم،جامع مسلم،ریاض،دارالسلام،کتاب الایمان

10-سورۃالبقرۃ2-83-

11-سورۃالنحل16-125-

12-سورۃطٰہ20-44-

13-سورۃالبقرۃ2-91-

14-سورۃعمران3-71-

15-سورۃلقمان31-24-

16-سورۃالزخرف43-45-

17-سورۃالنحل16-36-

18-سورۃالبقرۃ2-85-

19-سورۃالاعراف7-91-

20-سورۃالصف61-3-

21-سورۃالبقرۃ2-87-

22-سورۃالبقرۃ2-61-

23-سورۃالبقرۃ2-111-

24-سورۃعمران3-65-

25-سورۃالبقرۃ2-135-

26-سورۃغافر40-56-

27-سورۃعمران3-22-

28-سورۃغافر40-35-